ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.8.No.4, 2025

اہلِ بیت اطہار اور نبی کریم ﷺ کی اولادِ طیبہ: ایک اختصاصی تحقیقی مطالعہ

Ahl al-Bayt al-Athar and the Pure Offspring of the Prophet ﷺ (A Specialized Research Study)

Moeena Sarwat
PhD Scholar (Islamic Studies), NCBA&E, Lahore - Sub campus, Multan
moeenasarwat205@gmail.com

Dr. Zahida Bilqees Bukhari
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawapur
drzahidabukhari@gmail.com

Abstract
The concept of Ahl al-Bayt al-Athar holds a distinguished position in Islamic scholarship, encompassing the closest family of the Prophet Muhammad ﷺ. While the term Ahl al-Bayt extends to the Banu Hashim, the Prophet's wives, and his offspring, the designation Ahl al-Bayt al-Athar is most prominently and explicitly associated with the Prophet's pure progeny. This study provides a specialized analytical examination of the Prophet's ﷺ offspring—both male and female—and highlights their unique status, spiritual significance, and historical role within the broader context of Ahl al-Bayt. Drawing upon primary sources from the Qur'an, Hadith, and authoritative historical accounts, the paper elucidates the lineage, virtues, and exemplary characteristics of the Prophet's descendants, emphasizing their role as models of moral excellence, piety, and devotion. The research demonstrates that the Prophet's progeny, as part of Ahl al-Bayt al-Athar, are central to understanding the theological, ethical, and social dimensions of the early Islamic community.

Keywords: Ahl al-Bayt, Pure Offspring, Prophet's Descendants.

تمہید:

اہلِ بیتِ نبوی ﷺ کا تصور قرآن وسنت میں ایک عظیم الشان مقام رکھتا ہے، قرآنِ کریم اور سنتِ رسول ﷺ کی روشنی میں اہلِ بیت کا اطلاق اگرچہ متعدد طبقات پر ہوتا ہے جن میں بنی ہاشم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور آپ کی اولادِ اطہار شامل ہیں لیکن اہلِ علم کے ہاں یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ اہلِ بیتِ اطہار کا مفہوم اپنی کامل ترین صورت میں رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ اولاد پر زیادہ واضح اور نمایاں ہو کر جلوہ گر ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ میں ان کے حقوق، فضائل اور امتیازات کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے،اور امت کو ان سے محبت، تعظیم اور ادب کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادِ اطہار وہ مبارک ہستیاں ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف اپنی خصوصی محبت کا اظہار فرمایا بلکہ انہیں اپنی امت کے لیے ہدایت، طہارت اور قربِ نبوی کی علامت قرار دیا۔یہی وجہ ہے کہ اہلِ بیت کے دیگر مصادیق کے باوجود، جب اہلِ بیتِ اطہار کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے تو ذہن سب سے پہلے انہی نفوسِ قدسیہ کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

زیرِ نظر مقالہ اسی حقیقت کو بنیاد بنا کر مرتب کیا گیا ہے، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادِ اطہار جو اہلِ بیتِ نبوی ﷺ کا سب سے روشن اور نمایاں حصہ ہیں ان کے فضائل، مناقب، احوال اور سیرتِ مبارکہ کا علمی و تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

اہلِ سنت اور اہلِ بیت کا معنی:

اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک لفظ اہلِ بیت کا مفہوم دو اعتبار سے استعمال ہوتا ہے: ایک وسیع (عام) اور دوسرا محدود (خاص)۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.8.No.4, 2025

عام مفہوم: اس عمومی معنی میں اہلِ بیت سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والے تمام افراد ہیں، یعنی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور وہ تمام لوگ جو قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں رہیں گے۔

اسی مفہوم کی تائید میں تاریخِ اصبہان میں امام حمانی کی روایت منقول ہے:

''ثَنَا الْحَمَّانِيُّ، قَالَ: سَأَلْتُ الثَّوْرِيَّ عَنْ آلِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: «كُلُّ تَقِيٍّ»'' (1)

ترجمہ: انھوں نے کہا: میں نے امام ثوری سے سوال کیا کہ آل بیت کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: تمام متقی لوگ جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

اسی سلسلے میں ایک اور روایت بھی موجود ہے:

'' ثَنَا الْحَمَّانِيُّ، قَالَ: سَأَلْتُ الثَّوْرِيَّ عَنْ آلِ مُحَمَّدٍ؟ قَالَ: أُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.'' (2)

ترجمہ: امام ثوری نے یہ جواب دیا کہ آلِ بیت سے امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے۔

خاص مفہوم: خصوصی اطلاق کی صورت میں اہلِ بیت سے مراد بنی ہاشم کے افراد اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔

احادیثِ نبویہ میں اس خاص مفہوم کے متعدد شواہد ملتے ہیں، جن میں سے دو درج ذیل ہیں:

عَنْ يَزِيدَ بْنِ حَيَّانَ التَّيْمِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ يَقُولُ: قِيلَ لَهُ: مَنْ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: «مَنْ تُحْرَمُ عَلَيْهِمُ الصَّدَقَةُ». قِيلَ: مَنْ هُمْ؟ قَالَ: «آلُ عَلِيٍّ، وَآلُ عُقَيْلٍ، وَآلُ جَعْفَرٍ، وَآلُ الْعَبَّاسِ»(3)

ترجمہ: زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا: آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں جن پر زکوۃ حرام ہے، ان سے دوبارہ سوال کیا گیا، آخر وہ کون ہیں جن پر زکوۃ حرام ہے؟ فرمایا: وہ آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر، اور آلِ عباس ہیں۔

عَنْ ابْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا مِنْ بَنِي مُخْزُومٍ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَقَالَ: أَلَا تَصْحَبُنِي تُصِيبُ؟ قَالَ: قُلْتُ: حَتَّى أَذْكُرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ. فَقَالَ: «إِنَّا - آلُ مُحَمَّدٍ - لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ، وَإِنَّمَا مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ»(4)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو رافع کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مخزوم کے ایک آدمی کو زکوۃ کی وصولی پر مقرر کیا، اس شخص نے مجھ سے کہا کہ جاؤ اور تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کرو کہ وہ تمہیں بھی زکوۃ بھی وصولی پر مقرر کر دیں، یہ سن کر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ سے مطالبہ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم آل محمد کیلئے صدقہ جائز نہیں، اور غلام قوم ہی کا فرد شمار ہوتا ہے۔

اہلِ بیت کی اصطلاح کا مفہوم اور دائرۂ اطلاق:

لفظ اہل بیت دراصل دو اجزاء پر مشتمل ہے: (1) اہل (یعنی وابستہ افراد)، (2) بیت (یعنی گھر)

ان دونوں الفاظ کے لغوی معنی تو بالکل واضح ہیں، تاہم اصل بحث اس وقت پیدا ہوتی ہے جب لفظ اہل کی نسبت کسی گھر یا کسی خاص شخص کی طرف کی جائے۔ اس صورت میں سوال یہ ہوتا ہے کہ اس نسبت سے کن افراد کو شامل سمجھا جائے؟ اس بارے میں اہلِ علم نے مختلف آراء بیان کی ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

1۔ اہل سے مراد تمام قریبی رشتہ دار اور وہ افراد ہوتے ہیں جن کا کسی گھر یا شخص سے گہرا اور مضبوط تعلق ہو۔

2۔ بعض کے نزدیک لفظ اہل صرف بیوی کے لیے مخصوص ہے۔

3۔ جبکہ بعض اہل کی تخصیص صرف اولاد کے ساتھ کرتے ہیں۔

تاہم دوسرا اور تیسرا موقف شاذ شمار ہوتا ہے اور قرآنِ کریم اور سنتِ رسول ﷺ کے عمومی استعمال کے خلاف ہے، کیونکہ نصوصِ شرعیہ میں لفظ اہل بیوی اور اولاد دونوں کے لیے آیا ہے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ کے لیے یہی لفظ استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فلماقَضَى مُوسَى الْأَجَلَ وَسَاءَ بِأَهْلِهِ آنَسَ مِن جَانِبِ الطُّورِ نَارًا (ترجمہ: جب موسیٰ نے (مقررہ) مدت پوری کر دی اور اپنے اہل کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے تو طور کی جانب سے آگ محسوس کی)(5)

اور حضرت نوح علیہ السلام نے اہل کا لفظ اپنے بیٹے کیلئے استعمال کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے کہا: رب إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الحَقُّ (ترجمہ: اے میرے پروردگار! میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور یقینا تیرا وعدہ سچا ہے)(6)

کتاب وسنت کی تمام متعلقہ نصوص کو یکجا کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اہلِ بیت کی اصطلاح دراصل تین طرح کے گھرانوں کو شامل ہوتی ہے، اور وہ یہ تین ہیں: (1) نسبی گھرانا، (2) سکونتی گھرانا، (3) ولادتی گھرانا

1۔ نسب کے اعتبار سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں حضرت عبد المطلب کی اولاد یعنی بنو ہاشم شامل ہیں، اور قریبی جد کی نسل کو بھی اہلِ بیت کہا جاتا ہے۔ یہاں خاص طور پر بنو عبد المطلب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ہاشم کی نسل آگے چل کر صرف عبد المطلب کے ذریعے باقی رہی، جیسا کہ امام ابن حزم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

" فَوَلَدُ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مُنَافٍ: شَيْبَةُ، وَهُوَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ، وَفِيهِ الْعَمُودُ وَالشَّرَفُ، وَلَمْ يَبْقَ لِهَاشِمٍ عَقِبٌ إِلَّا مِنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَطْ"(7)

ترجمہ: ہاشم بن عبد مناف کی اولاد میں سے ایک شیبہ بھی ہیں، اور انھیں کا نام عبد المطلب ہے، اور انھیں میں شرف ومنزلت باقی ہے، کیونکہ ہاشم کی نسل عبد المطلب ہی کی اولاد میں محصور ہو گئی۔

2۔ اسی طرح ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن سکونت اور رہائش کے اعتبار سے اہلِ بیتِ نبوی ﷺ میں شامل ہیں، کیونکہ عربی عرف میں لفظ اہل کا اطلاق انسان کی بیویوں پر بکثرت کیا جاتا ہے اور یہ عام فہم استعمال میں شامل ہے۔

3۔ ولادت کے اعتبار سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام اولاد اہلِ بیت میں داخل ہے، خواہ وہ بچے ہوں جو بچپن ہی میں وفات پا گئے، جیسے قاسم، عبد اللہ اور ابراہیم، یا وہ بیٹیاں جو حیات رہیں، جیسے زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنھن۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کی بیٹیوں کی اولاد بھی اہلِ بیت کے دائرے میں شامل ہے، مثلاً حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد علی اور امامہ رضی اللہ عنہما، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے عبد اللہ بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حسن وحسین رضی اللہ عنہما اور ان کی نسل، نیز زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما۔

نبی کریم ﷺ کی اولاد امجاد کے بارے میں یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ سوائے حضرت ابراہیم کے، آپ کے تمام بیٹے اور بیٹیاں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے تھیں اور مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی زوجہ مطہرہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ البتہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے مدینہ منورہ میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت ماریہ ان دو کنیزوں میں سے ایک تھیں جو حاکم مصر واسکندریہ، مقوقس نے آپ ﷺ کے لیے ہدیہ بھیجی تھیں۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیر دمشقی رقم طراز ہیں:

"وَقَدْ وَلَدَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْقَاسِمَ وَهُوَ أَكْبَرُ وَلَدِهِ وَبِهِ كَانَ يُكَنَّى، ثُمَّ زَيْنَبَ، ثُمَّ عَبْدَ اللَّهِ وَكَانَ يُقَالُ لَهُ الطَّيِّبُ، وَيُقَالُ لَهُ الطَّاهِرُ، وُلِدَ بَعْدَ النُّبُوَّةِ ومات صغيرا. ثم ابنته أم كلثوم، ثم فاطمة، ثم رقية. هَكَذَا الْأَوَّلَ

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

فَالْأَوَّلَ. ثُمَّ مَاتَ الْقَاسِمُ بِمَكَّةَ۔ وَهُوَ أَوَّلُ مَيِّتٍ مِنْ وَلَدِهِ۔ ثُمَّ مَاتَ عَبْدُ اللَّهِ، ثُمَّ وَلَدَتْ لَهُ مَارِيَةُ بِنْتُ شمعون إبراهيم وهي القبطية التي أهداها المقوقس صاحب اسكندرية "(8)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سب سے پہلے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، جن سے آپ ﷺ کو کنیت "ابوالقاسم" ملی۔ پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا، پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (جنہیں طیب اور طاہر بھی کہا جاتا ہے)، پھر ام کلثوم رضی اللہ عنہا، پھر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا، اور پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں فوت ہو گئے اور آپ ﷺ کے پہلے فوت ہونے والے بیٹے بن گئے۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، اور حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، جو ذی الحجہ ۸ ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور اٹھارہ ماہ کی عمر میں وفات پا گئے۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ:

اولادِ نرینہ میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ ایک روایت کے مطابق وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بھی پہلے پیدا ہوئے اور بچپن میں فوت ہو گئے۔ ابوالقاسم کی کنیت انہی کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو ملی، اور یہ لقب ہمیشہ تاریخ کا حصہ بن گیا۔

" كَانَ أَكْبَرُ وَلَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَاسِمُ ثُمَّ زَيْنَبُ ثُمَّ عَبْدُ اللَّهِ ثُمَّ أُمُّ كُلْثُومٍ ثُمَّ فَاطِمَةُ ثُمَّ رُقَيَّةُ "(9)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد میں سب سے بڑے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ تھے اور ان کی ولادت اظہار نبوت سے پہلے ہوئی اور انہیں کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم تھی، پھر حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، پھر ام کلثوم رضی اللہ عنہا پھر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رفع اشتباہ کے لئے دوسروں کو ابوالقاسم کنیت اختیار کرنے سے منع فرمایا تھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ:

رسول اللہ ﷺ کے یہ دوسرے صاحبزادے تھے۔ یہ بھی مختصر عرصہ زندہ رہے، مگر ان کا تذکرہ اس لیے جاوداں ہو گیا کہ ان کی وفات پر بعض سنگدل کفار نے خوشی منائی اور کہا کہ محمد ﷺ کے یکے بعد دیگرے دو بیٹے فوت ہو گئے ہیں، اس لیے سمجھو کہ اب وہ ابتر ہو گئے ہیں۔ یعنی ان کی نسل کٹ گئی اور کوئی ان کا نام لینے والا باقی نہیں رہا۔ (معاذ اللہ)

حافظ ابن عساکر اپنی شہرہ آفاق کتاب تاریخ مدینہ دمشق میں اس واقعہ کو اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ تھے، پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا، پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، پھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، اور پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے، جو آپ کی اولاد میں سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں وفات پانے والے تھے۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا، تو عاص بن وائل سہمی نے کہا کہ ان کی نسل تو کٹ گئی اور یہ ابتر ہو گئے۔ تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ، یعنی تمہارے دشمن ابتر ہیں، نہ کہ تمہاری نسل۔ نبی کریم ﷺ یہ دل آزار تبصرے سن کر بہت ملول ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسکین کے لیے سورہ کوثر نازل فرمائی اور آپ ﷺ کو تسلی دی: ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا کر دیا ہے، پس آپ کیسے ابتر ہو سکتے ہیں! آپ کا تو نام باقی رہے گا، اور جو آپ کے ساتھ بغض رکھتا ہے وہی ابتر ہے۔ (10)

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ:

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور تقریباً ڈیڑھ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ نبی کریم ﷺ ان کی وفات پر اشکبار ہوئے اور فرمایا:

” إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ، وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يُرْضِي رَبَّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ “(11)

ترجمہ: بے شک آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور دل غمگیں ہے، لیکن ہم وہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو، اے ابراہیم! تیری جدائی سے ہم بہت غمگیں ہیں۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ روتے ہیں تو انہیں حیرت ہوئی، کیونکہ آپ ﷺ تو رونے پیٹنے اور گریبان پھاڑنے سے منع فرماتے تھے، لیکن خود رو رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تو نوحہ کرنے، منہ پیٹنے اور گریبان پھاڑنے سے منع کرتا ہوں۔ مگر آنسوؤں کا بے اختیار جاری ہونا رحمت اور شفقت کی وجہ سے ہوتا ہے، اس میں کوئی ممانعت نہیں۔

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا:

آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں میں سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں اور ان کی والدہ محترمہ کا نام حضرت خدیجہ الکبری بنت خویلد بنی اسد ہے۔ (رضی اللہ عنہا)

صاحب الاستیعاب نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت اور وصال کو اس طرح بیان کیا ہے:

” زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَتْ أَكْبَرَ بَنَاتِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُنَّ. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ السَّرَّاجُ: سَمِعْتُ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْهَاشِمِيَّ، يَقُولُ: وُلِدَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَنَةِ ثَلَاثِينَ مِنْ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَاتَتْ فِي سَنَةِ ثَمَانٍ مِنَ الْهِجْرَةِ.“(12)

ترجمہ: حضرت سیدہ زینب بنت رسول اللہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے بڑی شہزادی تھیں۔ محمد بن اسحاق السراج نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن محمد بن سلیمان رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک تیس برس تھی اور ۸ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ ان کی شادی بعثت نبوی سے قبل ہی ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے ہو گئی تھی۔

ایک موقع پر ان کیلئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِي أُصِيبَتْ فِيَّ “ (13)

ترجمہ یہ (زینب) میری سب بیٹیوں سے افضل ہے، میرے لئے اس کو بہت مصائب دیئے گئے۔

ظہور اسلام کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر قریباً دس سال تھی اعلان نبوت کے بعد سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ مشرف باسلام ہوئی تھیں اور ان کے ساتھ ہی حضرت زینب بھی ایمان لے آئیں۔

آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان نبوت سے قبل ہی عربوں کے اس وقت کے دستور کے مطابق اپنی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے خالہ کے بیٹے ابوالعاص بن ربیع سے کر دیا تھا۔ اعلان نبوت کے بعد اسلام دشمنی میں کفار و مشرکین نے ابوالعاص کو بہت اکسایا کہ وہ حضرت زینب بنت محمد رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں۔ علامہ ابن کثیر نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا:

”وَمَشَوْا إِلَى أبی العاص فقالوا فَارِقْ صَاحِبَتَكَ وَنَحْنُ نُزَوِّجُكَ بِأَيِّ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ شِئْتَ، قَالَ لَا وَاللَّهِ إِذًا لَا أُفَارِقُ صَاحِبَتِي وَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِامْرَأَتِي امْرَأَةً مِنْ قُرَيْشٍ“ (14)

ترجمہ: جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی تو زعماء قوم قریش نے ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو اس سلسلہ میں جاکر مجبور کیا کہ آپ زینب بنت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو طلاق دے دیں اور قبیلہ قریش میں سے جس عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہیں ہم وہ عورت پیش کر سکتے ہیں۔ ابوالعاص نے جواب دیا کہ میں اپنی بیوی زینب کو طلاق دے کر اپنے سے جدا نہیں کر سکتا اور اس کے عوض میں قریش کی کسی عورت کو پسند نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی قریش کی کوئی عورت اس کے عوض مجھے مطلوب ہے۔

ابوالعاص اسلام لانے سے پہلے مکہ میں مقیم رہے اور اپنی امانت و دیانت کے باعث مشہور تھے، جبکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینہ میں تھیں۔ 6 ہجری میں تجارتی قافلہ لٹنے کے بعد ابوالعاص مدینہ آئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے انہیں پناہ دی، جسے نبی ﷺ نے شرعاً معتبر قرار دیا۔ نبی کریم ﷺ کے ارشاد پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کا تمام مال واپس کر دیا، جسے ابوالعاص نے مکہ جا کر اصل مالکوں کے حوالے کیا۔

امانتیں ادا کرنے کے بعد ابوالعاص نے اسلام قبول کیا اور محرم 7 ہجری میں مدینہ ہجرت کر آئے۔ حافظ ابن سعد رقم فرماتے ہیں:

" وَرَجَعَ أَبُو الْعَاصِ إِلَى مَكَّةَ، فَأَدَّى إِلَى كُلِّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، ثُمَّ أَسْلَمَ وَرَجَعَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْلِمًا مُهَاجِرًا فِي الْمُحَرَّمِ سَنَةَ سَبْعٍ مِنَ الْهِجْرَةِ. فَرَدَّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبَ بِذَلِكَ النِّكَاحِ الْأَوَّلِ. "(15)

ترجمہ: ابوالعاص مکہ لوٹ آئے اور ہر حق دار کو اس کا حق ادا کیا، پھر مسلمان ہو گئے اور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں محرم 7 ہجری میں ہجرت کر کے آئے۔ تو نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب کو پہلے نکاح کے ساتھ ان کے سپرد کر دیا۔ چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ میں "شرک" کی وجہ سے تفریق ہو گئی تھی، اس لئے جب ابوالعاص رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہو کر مدینہ پہنچے تو سیدِ عالم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو پہلے حق مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر کے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے گھر بھجوا دیا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی متعدد اولاد ابوالعاص بن الربیع سے ہوئی۔ ان میں ایک صاحبزادہ تھا جس کا نام "علی" تھا، اور ایک صاحبزادی ہوئی جس کا نام "امامہ بنت ابی العاص" تھا۔ ان کے علاوہ ایک اور بچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہوا تھا جو صغر سنی میں ہی فوت ہو گیا۔ اس بچۂ صغیر کے متعلق محدثین نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے، صاحبُ الاصابہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح، اولاد اور حسب و نسب اس طرح بیان کرتے ہیں:

" زَيْنَبُ بِنْتُ سَيِّدِ وَلَدِ آدَمَ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْقُرَشِيَّةُ الْهَاشِمِيَّةُ. هِيَ أَكْبَرُ بَنَاتِهِ، وَأَوَّلُ مَنْ تَزَوَّجَ مِنْهُنَّ. وُلِدَتْ، قِيلَ: قَبْلَ الْبَعْثَةِ بِمُدَّةٍ، قِيلَ: إِنَّهَا عَشْرُ سِنِينَ، وَاخْتُلِفَ: هَلِ الْقَاسِمُ قَبْلَهَا أَوْ بَعْدَهَا؟ وَتَزَوَّجَهَا ابْنُ خَالَتِهَا أَبُو الْعَاصِ بْنُ الرَّبِيعِ الْعَبْشَمِيُّ، وَأُمُّهُ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ"(16)

ترجمہ: حضرت سیدہ زینب بنت سید ولد آدم علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں، قرشیہ ہاشمیہ تھیں اور وہ نبی علیہ السلام کی شہزادیوں میں سب سے بڑی تھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں میں سے سب سے پہلے ان کا نکاح کیا وہ اظہار نبوت سے کچھ مدت پہلے پیدا ہوئیں کہا گیا ہے کہ دس سال پہلے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نکاح ان کی خالہ کے بیٹے ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ کیا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے وصال کے بارے میں شیعہ علماء نے بھی اپنی معتبر کتابوں میں درج کیا ہے۔ مامقانی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

مَاتَتْ سَنَةَ ثَمَانٍ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا وَهُوَ مَهْمُومٌ مَحْزُونٌ. فَلَمَّا خَرَجَ سُرَّ عَنْهُ، وَقَالَ: كُنْتُ ذَكَرْتُ زَيْنَبَ وَضَعْفَهَا، فَسَأَلْتُ اللَّهَ تَعَالَى أَنْ يُخَفِّفَ عَنْهَا ضِيقَ الْقَبْرِ وَغَمَّهُ، فَفَعَلَ وَهَوَّنَ عَلَيْهَا. (17)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور ﷺ کی زندگی میں ۸ ہجری میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں۔ رسولِ خدا ﷺ غمگینی کی حالت میں قبر میں اترے، اور جب باہر تشریف لائے تو طبیعت کھلی ہوئی تھی۔ فرمایا": مجھے زینب کے ضعف کا بہت خیال تھا، میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ قبر کی تنگی زینب سے دور کر دی جائے، پس اللہ تعالیٰ نے منظور فرمالیا۔"

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا:

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا آقا کریم ﷺ کی لاڈلی صاحبزادی ہیں۔ آپ کی ولادت نبی کریم ﷺ کی بڑی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بعد مکہ مکرمہ میں ہوئی اور آپ کی والدہ بھی سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا ہیں۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنی بڑی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے تین برس بعد پیدا ہوئیں، اس وقت سردار دوعالم ﷺ کی عمر مبارک تقریباً تینتیس(۳۳) برس تھی۔(18)

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہنوں کے ساتھ اپنے آقا کریم ﷺ کی نگرانی میں تربیت پائی اور اپنے سن شعور کو پہنچیں۔ آپ کے والدین شریفین کی تربیت اکسیر اعظم تھی جوان کے آئندہ کمالات زندگی کا باعث بنی۔

’’ رُقَيَّةُ ابنةُ رسولِ اللهِ ﷺ ـ، أمُّها خديجةُ بنتُ خُوَيلدٍ وقال غيرُهم: أكبرُ بناتِه زينبُ ثم رُقَيَّةُ ‘‘ (19)

حضرت نبی اکرم ﷺ کی سب سے بڑی شہزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے چھوٹی شہزادی رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ یہ بھی حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے پیدا ہوئیں۔

’’ وَأَسْلَمَتْ حِينَ أَسْلَمَتْ أُمُّهَا خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَبَايَعَتِ الرَّسُولَ ﷺ هِيَ وَأَخَوَاتُهَا حِينَ بَايَعَتِ النِّسَاءُ۔‘‘(20)

یعنی جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسلام قبول کیا اور جب دوسری عورتوں نے بیعت کی تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے اور ان کی بہنوں نے بھی بیعت نبوی ﷺ کا شرف حاصل کیا۔

اسلام سے قبل اس دور کے دستور کے مطابق سردار دو جہاں ﷺ نے اپنی دونوں صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا نکاح بالترتیب اپنے چچا ابو لہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے ساتھ کر دیا تھا۔ یہ صرف انتساب نکاح تھا، ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔

جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے اور لوگوں کو دعوت اسلام دینا شروع کی، تو ابو لہب اور اس کی بیوی آپ کے سخت دشمن ہو گئے اور انہوں نے آپ کو ستانے میں کوئی کسر نہ رکھی۔ غیرت الٰہی جوش میں آئی اور سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی۔ ابو لہب کو سخت غصہ آیا۔ اس کے ایک بیٹے عتبہ کے نکاح میں حضرت رقیہ تھیں اور دوسرے بیٹے عتیبہ سے حضرت ام کلثوم کا نکاح ہوا تھا۔ ابو لہب نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلایا اور کہا کہ میرا اٹھنا بیٹھنا تمہارے ساتھ حرام ہے اگر تم نے محمد ﷺ کی لڑکیوں کو طلاق نہ دی۔ دونوں بیٹوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔

یہ طلاق اس وقت ان دختران نبی کا غیبی اعزاز تھی۔ تقدیر الٰہی نے فیصلہ کیا کہ یہ پاک صاحبزادیاں عتبہ اور عتیبہ کے ہاں نہ جائیں۔ باپ کے کہنے پر عتبہ اور عتیبہ نے دونوں دختران نبی (یعنی رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما) کو طلاق دے دی اور یہ رشتہ اسلام کے ساتھ عداوت کی بنا پر منقطع کر دیا گیا۔

علمائے تاریخ وسیر لکھتے ہیں:

" فَلَمَّا بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنْزَلَ اللَّهُ ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ﴾ [المسد]، قَالَ لَهُ أَبُوهُ أَبُو لَهَبٍ: رَأْسِي مِنْ رَأْسِكَ حَرَامٌ إِنْ لَمْ تُطَلِّقِ ابْنَتَهُ. فَفَارَقَهَا وَلَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا. "(21)

جب سید عالم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے سورہ تبت ید ابی لہب نازل فرمائی تو عتبہ کو اس کے باپ ابو لہب نے کہا کہ میری سرداری کی جانشینی تیرے لیے حرام ہے اگر تو نے ان (حضور ﷺ) کی بیٹی کو طلاق نہ دی۔ تو عتبہ نے رخصتی سے قبل ہی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دیا۔

ان دونوں صاحبزادیاں (رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما) کا کوئی قصور اور عیب نہ تھا، محض رسول خدا ﷺ کی اولاد ہونے کی وجہ سے انہیں یہ اذیت پہنچی۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے واقعہ طلاق کے چند دن بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ وہ نہایت صالح، متمول اور مخیر نوجوان تھے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنی دامادی کے لیے منتخب فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اپنی دلی خواہش بھی یہی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مکہ ہی میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دی۔ صاحب الاستیعاب اس واقعہ کو اس طرح لکھتے ہیں:

" قال ابن شهابٍ: فتزوَّج عثمانُ بنُ عَفَّانَ رُقَيَّةَ بمكةَ، وهاجَرتْ معه إلى أرضِ الحبشةِ، ووَلَدتْ له هناك ولدًا، فَسَمَّاه عبدَ اللَّهِ، فكان يُكنَى به "(22)

ابن شہاب زہری نے کہا، حضرت سید عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مکہ معظمہ میں نکاح فرمایا اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ارض حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ وہاں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے، ان کا نام عبد اللہ رکھا گیا۔ انہی عبد اللہ کی وجہ سے حضرت عثمان کی کنیت ابو عبد اللہ ہوئی۔

جو حضرات اس ہجرت میں مکہ شریف سے نکلے تھے، ان میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ بھی شامل تھیں۔ مسلمانوں میں اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کا یہ پہلا قافلہ تھا اور نبوت کے پانچویں سال میں ہجرت حبشہ کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

اس مفہوم کو حافظ ابن کثیر نے درج ذیل الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے:

" لَوْ خَرَجْتُمْ إِلَى أَرْضِ الْحَبَشَةِ؟ فَإِنَّ بِهَا مَلِكًا لَا يُظْلَمُ عِنْدَهُ أَحَدٌ، وَهِيَ أَرْضُ صِدْقٍ- حَتَّى يَجْعَلَ اللَّهُ لَكُمْ فَرَجًا مِمَّا أَنْتُمْ فِيهِ» فَخَرَجَ عِنْدَ ذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى أَرْضِ الْحَبَشَةِ مَخَافَةَ الْفِتْنَةِ، وَفِرَارًا إِلَى اللَّهِ بِدِينِهِمْ. فَكَانَتْ أَوَّلَ هِجْرَةٍ كَانَتْ فِي الْإِسْلَامِ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، وَزَوْجَتُهُ رُقَيَّةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ"(23)

سیدہ رقیہ کی اولاد کے بارے میں ابن اسحاق لکھتے ہیں:

"عَاشَتْ رُقَيَّةُ رضي الله عنها، حَتَّى تَزَوَّجَهَا عُثْمَانُ رضي الله عنه، وَوُلِدَ مِنْ رُقَيَّةَ غُلَامٌ يُسَمَّى عَبْدَ اللَّهِ " (24)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں حتی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ نکاح فرمایا اور ان سے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے جن کا نام عبد اللہ رکھا گیا۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

۲ ہجری میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا شدید بیمار ہو گئیں۔ اس وقت آقا کریم ﷺ غزوہ بدر کی تیاری کر رہے تھے۔ روانگی سے پہلے آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ رقیہ کی خبر گیری کے لیے مدینہ ہی میں ٹھہریں، اس کے عوض اللہ تعالیٰ انہیں جہاد میں شریک ہونے کا ثواب بھی دے گا اور مال غنیمت سے بھی حصہ ملے گا۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہی ٹھہرے۔ بیماری کے متعلق علماء لکھتے ہیں کہ خسرہ کی بیماری لاحق ہوئی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے خادم حضرت اسامہ بن زید کو مدینہ شریف میں ٹھہرنے کا حکم فرمادیا۔

غزوہ بدر ۲ ہجری میں رمضان المبارک میں پیش آیا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور آپ ﷺ کی غیر موجودگی میں، اکیس سال کی عمر میں، داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ عین اس وقت، جب قبر پر مٹی ڈالی جا رہی تھی، حضرت زید بن حارثہ مدینہ میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری لے کر داخل ہو رہے تھے۔

آقا کریم ﷺ اپنی لخت جگر کی وفات کا سن کر بہت مغموم ہوئے اور مدینہ واپس آکر حضرت رقیہ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اپنی بہن کی قبر پر آئیں اور قبر کے کنارے بیٹھ کر رونے لگیں۔ سید عالم ﷺ نے ان کو تسلی دی اور اپنی چادر مبارک کے کناروں سے ان کے آنسو پونچھے۔

"وَجَعَلَتْ فَاطِمَةُ رَحِمَهَا اللهُ تَبْكِي عَلَى شَفِيرِ قَبْرِ رُقَيَّةَ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَمْسَحُ الدُّمُوعَ عَنْ وَجْهِهَا بِالْيَدِ، أَوْ قَالَ: بِالثَّوْبِ».".(25)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ: شَهِدْتُ دَفْنَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ، وَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ (26)

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا:

آقا کریم ﷺ کی تیسری صاحبزادی کا اسم گرامی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہے اور آپ اس کنیت کے ساتھ مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ بھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا ام کلثوم کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں ہے، جیسا کہ بہت سے علماء نے وضاحت کی ہے:

وَهِيَ مِمَّنْ عُرِفَ بِكُنْيَتِهِ وَلَمْ يُعْرَفْ لَهَا اسْمٌ۔(27)

اکثر علماء کے نزدیک حضرت ام کلثوم اپنی بہن حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑی اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی تھیں، اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے بڑی تھیں، لیکن یہ قول شاذ ہے۔ پہلی بات تذکرہ نویسوں میں زیادہ مشہور ہے اور اسی پر اعتماد کیا گیا ہے۔(28)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنی بہنوں کی طرح آقا کریم ﷺ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زیر نگرانی پرورش پائی اور اسی بابرکت تربیت میں جوانی کو پہنچیں۔ جب نبی اکرم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا، تو سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنی تمام بہنوں اور والدہ ماجدہ کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئیں اور اس بابرکت موقع پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ آپ کا قیام مکہ مکرمہ میں ہجرت تک رہا، جیسا کہ علمائے سیر نے لکھا ہے:

حتى تَزَلْ بِمَكَّةَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. وَأَسْلَمَتْ حِينَ أَسْلَمَتْ أُمُّهَا، وَبَايَعَتْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَعَ أَخَوَاتِهَا حِينَ بَايَعَهُ النِّسَاءُ(29)

اعلان نبوت سے پہلے، اس دور کے دستور کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے چچا ابو طالب کے بیٹے عتیبہ سے کر دیا تھا۔ لیکن جب آقا کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اور دین اسلام کی تبلیغ کا آغاز فرمایا، تو آقا کریم ﷺ کے اہل خاندان میں

سب سے زیادہ مخالفت ابو لہب نے کی۔ ابو لہب اور اس کی بیوی ام جمیل نے اپنے دونوں بیٹوں کو مجبور کیا کہ وہ نبی ﷺ کی بیٹیوں سیدہ ام کلثوم اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں۔

بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنْزَلَ اللَّهُ ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ﴾ [المسد]، فَقَالَ لَهُ أَبُوهُ أَبُو لَهَبٍ: رَأْسِي مِنْ رَأْسِكَ حَرَامٌ إِنْ لَمْ تُطَلِّقِ ابْنَتَهُ. فَفَارَقَهَا وَلَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا. (30)

آقا کریم ﷺ نے اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنی مرضی سے کسی سے نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ نے اپنی بیٹیوں کا نکاح اللہ کے حکم کے مطابق اپنے دامادوں سے کیا، جیسا کہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا أَنَا أُزَوِّجُ بَنَاتِي وَلَكِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُزَوِّجُهُنَّ(31)

ترجمہ: یعنی میں اپنی بیٹیوں کو اپنی مرضی سے کسی کے نکاح میں نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے نکاحوں کے فیصلے ہوتے ہیں۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے کچھ عرصہ بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سید عالم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پڑھا دیا۔ نکاح کے وقت آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے جبریل امین کی معرفت مجھے حکم بھیجا ہے کہ اپنی بیٹی ام کلثوم کو اسی حق مہر پر جو رقیہ کا تھا، تمہارے عقد میں دے دوں۔ امام حاکم اس طرح روایت کرتے ہیں:

"أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَقِيَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَهُوَ مَغْمُومٌ، فَقَالَ: «مَا شَأْنُكَ يَا عُثْمَانُ؟» قَالَ: بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَأُمِّي، هَلْ دَخَلَ عَلَى أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ مَا دَخَلَ عَلَيَّ، تُوُفِّيَتْ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَحِمَهَا اللَّهُ، وَانْقَطَعَ الصِّهْرُ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَكَ إِلَى آخِرِ الْأَبَدِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَتَقُولُ ذَلِكَ يَا عُثْمَانُ وَهَذَا جِبْرِيلُ عليه الصلاة والسلام يَأْمُرُنِي عَنْ أَمْرِ اللَّهِ عز وجل أَنْ أُزَوِّجَكَ أُخْتَهَا أُمَّ كُلْثُومٍ عَلَى مِثْلِ صَدَاقِهَا وَعَلَى مِثْلِ عِدَّتِهَا» فَزَوَّجَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِيَّاهَا"(32)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مغموم حالت میں ملاقات فرمائی تو فرمایا: اے عثمان! تمہارا کیا حال ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا لوگوں پر ایسی مصیبت آئی جو مجھے پہنچی؟ رسول اللہ ﷺ کی شہزادی کا انتقال ہو گیا اور جو رشتہ دامادی میرے اور آپ کے درمیان تھا وہ ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عثمان! یہ بات کہنے کی کیا ضرورت، اور یہ جبریل امین علیہ السلام مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم سنا رہے ہیں کہ میں تجھے رقیہ کی ہمشیرہ اپنی لخت جگر ام کلثوم کا اسی کے حق مہر اور اسی کی عدت پر نکاح کر دوں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

شیخ نعمت اللہ الجزائری نے بھی اپنی کتاب "الانوار النعمانیہ" میں لکھا ہے کہ صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کی بہن حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عثمان کے نکاح میں ہی وفات پا گئیں۔

وَأَمَّا أُمُّ كُلْثُومَ فَتَزَوَّجَتْ أَيْضًا عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ بَعْدَ أُخْتِهَا رُقَيَّةَ، وَتَوَفَّتْ. (33)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ پہلے نکاح (جو عتیبہ بن ابی لہب سے ہوا تھا) میں رخصتی ہی نہیں ہوئی تھی، اس لیے اولاد کا نہ ہونا ظاہر بات ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت عثمان کے ساتھ ان کا نکاح ہوا اور رخصتی بھی ہوئی لیکن حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کے بعد چھ سال تک زندہ رہیں اور شعبان 9 ہجری میں وفات پائی۔ رسول ﷺ کی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۲ ہجری میں ہو گیا تھا، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ۸ ہجری میں ہوا تھا۔

اللہ تعالی کو اسی طرح منظور تھا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال بھی آپ ﷺ کی زندگی مبارک میں ہی ہو۔

وَتَوَفَّتْ أُمُّ كُلْثُومَ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ فِي شَعْبَانَ سَنَةَ تِسْعٍ مِنَ الْهِجْرَةِ۔(34)

حضرت صفیہ بنت عبد المطلب، حضرت ام عطیہ اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہن نے سید عالم ﷺ کی ہدایت کے مطابق غسل دیا۔آپ نے کفن کے لیے اپنی چادر دی، خود نماز جنازہ پڑھائی اور سیدہ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا۔

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالی عنھا:

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آقا کریم ﷺ کی چوتھی صاحبزادی ہیں۔اہل سیر کے نزدیک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سال ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔اصح قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت بعثت نبوی ﷺ سے پانچ سال قبل سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہوئی۔اس وقت آقا کریم ﷺ کی عمر مبارک پینتیس برس تھی۔(35)

اور بعض علماء کے نزدیک ان کی ولادت بعثت نبوی ﷺ کے قریب ہوئی اور آپ ﷺ کی عمر مبارک اس وقت اکتالیس سال تھی۔اس طرح مزید اقوال بھی اس مقام میں منقول ہیں۔(36)

ان کا اسم گرامی فاطمہ اور ان کے مشہور القاب : سیدۃ نساء اهل الجنۃ، زہراء، بتول، طاہرہ، اور خاتون جنت ہیں۔حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّمَا سُمِّيَتْ فَاطِمَةُ لِأَنَّ اللَّهَ فَطَمَهَا وَمُحِبِّيهَا عَنِ النَّارِ»۔"(37)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے ان کا نام فاطمہ اس لیے رکھا کہ اللہ تعالی نے ان کو اور ان کی تمام ذریت کو نار (جہنم) پر حرام فرمادیا۔

حدیث شریف کی کتابوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ان کی سیرت اور طرز طریق کو محدثین اس طرح ذکر کرتے ہیں:

فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِي مَا تُخْطِئُ مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ شَيْئًا(38)

ترجمہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جس وقت چلتی تھیں تو آپ کی چال ڈھال اپنے والد محترم ﷺ کے بالکل مشابہ تھی۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يُعَذِّبُكِ وَلَا وَلَدَكِ»۔(39)

تاجدار انبیاء ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! اللہ تعالی نہ تجھے عذاب کرے گا اور نہ تیری اولاد میں سے کسی کو۔

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ فَاطِمَةَ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَذُرِّيَّتُهَا عَلَى النَّارِ»۔(40)

ترجمہ: بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پاکدامنی اختیار کی تو اللہ تعالی نے اس پر اور اس کی اولاد پر دوزخ حرام فرمادی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں ہی سن بلوغت کو پہنچ چکی تھیں۔ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئیں تو رشتے آنا شروع ہو گئے۔سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کے خواستگار ہوئے۔پھر حضرت عمر، مگر سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں فی الحال حکم الہی کا منتظر ہوں۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

پھر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے لیے فاطمہ کا رشتہ مانگیں! حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے توجہ دلانے سے پہلے مجھے اس بات کا کبھی خیال بھی نہیں آیا تھا۔ ان کے کہنے پر میں اسی وقت بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض کی": یارسول اللہ! اتزوجنی فاطمہ "یارسول اللہ! کیا آپ فاطمہ کو میرے عقد میں دینا پسند کریں گے؟

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: "تمہارے پاس مہر میں دینے کے لیے کچھ ہے؟" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "نہیں یارسول اللہ! میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ فرمایا بدر کے مال غنیمت سے میں نے تمہیں جو زرہ دی تھی، وہ کہاں ہے؟" عرض کی: "وہ تو موجود ہے، یارسول اللہ!" تو فرمایا "بس اسی کو بیچ دو"!

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز کے بارے میں ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس طرح ملتی ہے:

عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمَّا زَوَّجَهُ فَاطِمَةَ بَعَثَ مَعَهُ بِخَمِيلَةٍ وَوِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ، وَرَحَيَيْنِ وَسِقَاءٍ وَجَرَّتَيْنِ(41)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب میرے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کر دی تو آپ ﷺ نے جہیز میں درج ذیل چیزیں ارسال فرمائیں: ایک بڑی چادر، ایک چمڑے کا تکیہ جو کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا، چکی (آٹا پیسنے کے لیے)، ایک مشکیزہ، دو گھڑے اور بعض روایات کے مطابق ایک چارپائی بھی عنایت فرمائی گئی۔ یہی تین یا چار چیزیں کل کائنات تھی سیدہ نساء العالمین کے جہیز کی۔

غزوہ اُحد جو کہ اسلام کے مشہور غزوات میں سے ایک ہے، کفار کی طرف سے اہلِ اسلام پر ایک زبردست حملہ تھا، جس میں مسلمان مجاہدین نے بڑے مجاہدانہ کارنامے سرانجام دیئے اور اس کے سخت ترین مراحل میں مسلمان خواتین نے بھی بڑی خدمات سرانجام دیں۔ چنانچہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اُم سلیط رضی اللہ عنہا و دیگر خواتینِ اسلام نے مجاہدین کو مدد پہنچانے میں بڑا کردار ادا کیا۔ اسی غزوہ میں جب نبی اقدس ﷺ کے دندانِ مبارک کو زخم پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پانی لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے زخموں کو صاف کرنے لگیں۔ جب خون نہیں رکا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک چٹائی کے ٹکڑے کو جلا کر اس کی راکھ زخم پر ڈال دی تو خون رک گیا:

كَانَتْ فَاطِمَةُ عليها السلام بِنْتُ رَسُولِ اللهِ ﷺ تَغْسِلُهُ، وَعَلِيٌّ يَسْكُبُ الْمَاءَ بِالْمِجَنِّ، فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ أَنَّ الْمَاءَ لَا يَزِيدُ الدَّمَ إِلَّا كَثْرَةً، أَخَذَتْ قِطْعَةً مِنْ حَصِيرٍ، فَأَحْرَقَتْهَا وَأَلْصَقَتْهَا، فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ(42)

آقا کریم ﷺ کے وصال پاک کے بعد آپ ﷺ کی جدائی کا سب سے زیادہ صدمہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہوا۔ وہ ہر وقت غمگیں و دل گرفتہ رہنے لگیں اور آپ ﷺ کی رحلت کے چھ ماہ بعد ہی رمضان المبارک 11 ہجری کو 29 سال کی عمر میں عازمِ فردوسِ بریں ہو گئیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سنِ وفات اور ان کی عمر کی تعیین میں سیرت نگاروں نے متعدد اقوال لکھے ہیں۔ یہاں مشہور قول کے مطابق تاریخِ انتقال اور مدتِ عمر درج کی گئی ہے۔ (43)

غسل اور تجہیز و تکفین کے مراحل کے بعد حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے جنازہ کا مرحلہ پیش آیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ پر خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام جو اس موقع پر موجود تھے، تشریف لائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر نے فرمایا کہ آگے تشریف لا کر جنازہ پڑھائیں۔ جواب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ خلیفہ رسول اللہ ﷺ ہیں، آپ کی موجودگی میں میں جنازہ پڑھانے کے لئے پیش قدمی نہیں کر سکتا، نماز جنازہ پڑھانا آپ کا ہی حق ہے، آپ تشریف لائیں اور جنازہ پڑھائیں۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آگے تشریف لائے اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا چار تکبیر کے ساتھ جنازہ پڑھایا۔ باقی تمام حضرات نے ان کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی۔ یہ بات متعدد مصنفین نے اپنی تصانیف میں باحوالہ ذکر کی ہے۔ چنانچہ:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

(١) عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: صَلَّى أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَكَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا۔(44)

یعنی ابراہیم (النخعی) فرماتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کا جنازہ پڑھایا اور اس پر چار تکبیریں کہیں۔

(٢) عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَاتَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ النَّبِيِّ ﷺ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ لِيُصَلِّيَا، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ: تَقَدَّمْ، فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأَتَقَدَّمَ وَأَنْتَ خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا۔(45)

یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ذکر فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ دونوں تشریف لائے تاکہ جنازہ کی نماز پڑھیں۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ آگے ہو کر نماز پڑھایئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ خلیفہ رسول اللہ ہیں، میں آگے نہیں ہوتا۔ پس ابو بکر رضی اللہ عنہ آگے تشریف لائے اور حضرت فاطمۃ الزہراء کا جنازہ پڑھایا۔

اس مقام میں ایک تیسری روایت بھی درج کرنا مناسب ہے جو محبّ الطبری نے اپنی کتاب ریاض النضرہ میں ذکر کی ہے:
عَنْ مَالِكٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، قَالَ: مَاتَتْ فَاطِمَةُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، فَحَضَرَهَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَالزُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، فَلَمَّا وُضِعَتْ لِيُصَلَّى عَلَيْهَا قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: تَقَدَّمْ يَا أَبَا بَكْرٍ، قَالَ: وَأَنْتَ شَاهِدٌ يَا أَبَا الْحَسَنِ؟ قَالَ: نَعَمْ، تَقَدَّمْ فَوَاللَّهِ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا غَيْرُكَ، فَصَلَّى عَلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ، وَدُفِنَتْ لَيْلًا۔(46)

یعنی جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد محمد باقر رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مغرب اور عشاء کے درمیان فاطمۃ الزہراء کی وفات ہوئی۔ ان کی وفات پر حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم تشریف لائے۔ جب نماز جنازہ کے لیے جنازہ سامنے رکھا گیا تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نماز پڑھانے کے لئے آگے تشریف لائیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے ابوالحسن! کیا آپ کی موجودگی میں؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ آگے تشریف لائیں، اللہ کی قسم! آپ کے بغیر کوئی دوسرا شخص فاطمہ پر جنازہ نہیں پڑھائے گا۔ چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی، اور رات ہی کو دفن کر دیا گیا۔

طبقات ابن سعد میں ہے: عَنْ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: صَلَّى عَلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ۔ (47)

یعنی شعبی کہتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

صلوۃ جنازہ کے بعد حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو عام روایات کے مطابق رات کو ہی جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عباس، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا۔(48)

خلاصہ بحث:

یہ مقالہ اہلِ بیتِ نبوی ﷺ کے تعلیمی، تاریخی اور روحانی مقام پر روشنی ڈالتا ہے، خاص طور پر نبی اکرم ﷺ کی اولادِ اطہار کے حوالے سے، جو اہلِ بیت کے سب سے ممتاز اور نمایاں مصادیق ہیں۔ مقالے میں اہلِ بیت کے وسیع اور محدود مفہوم کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، جہاں وسیع مفہوم میں امتِ مسلمہ شامل ہے اور محدود مفہوم میں بنی ہاشم، ازواجِ مطہرات اور رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ اولاد کو شامل کیا گیا ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.8.No.4, 2025

نصوصِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کے مطابق اہلِ بیتِ اطہار کی فضیلت، حقوق اور امت پر ان کی محبت واحترام کے احکامات پر خاص زور دیا گیا ہے۔ مقالہ اہلِ بیت کی اصطلاح اور دائرۂ اطلاق کو نسبی، سکونتی اور ولادتی اعتبار سے واضح کرتا ہے اور مختلف اہلِ علم کی آراء کو یکجا کر کے یہ ثابت کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی پاک اولاد اہلِ بیت کے سب سے روشن اور ممتاز حصے ہیں۔

مقالے میں نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادیاں اور صاحبزادگان کی سیرت، احوال اور مناقب کا تاریخی اور تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے، جس میں حضرت قاسم، عبداللہ، ابراہیم، حضرت زینب، رقیہ اور دیگر صاحبزادیاں شامل ہیں۔ ہر شخصیت کی ولادت، ازدواج، اولاد، اور وفات کے حالات احادیث اور معتبر تاریخی کتب کے حوالے سے بیان کیے گئے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

1۔ اصفہانی، ابونعیم احمد بن عبداللہ، تاریخ اصفہان، دار الکتب العلمیۃ—بیروت، 1990م، :2/120
2۔اصفہانی، ابونعیم احمد بن عبداللہ، حلیۃ الاولیاء، مطبعۃ السعادۃ-بجوار محافظۃ مصر، :7/19
3۔ الصنعاني، عبدالرزاق بن ھمام، مصنف عبدالرزاق، المجلس العلمي-الھند، توزیع المکتب الاسلامی—بیروت، 1983م، :4/51، حدیث نمبر.(6943)
4۔ الامام، أحمد بن حنبل، مسند احمد، مؤسسۃ الرسالۃ، 2001م، ۴۵/ حدیث نمبر27182
5۔ سورہ قصص، 28 : 29
6۔ سورہ ہود، 11: 45
7۔ اندلسی، محمد بن علی بن حزم، جمھرۃ انساب العرب دار المعارف-مصر، 1962م، ص14
8۔ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، دار الفکر، بیروت، ج5، ص307
9۔ابن عساکر، علی بن حسن، تاریخ مدینۃ دمشق، دار الفکر، بیروت، 1995ء ج12، ص126
10۔ابن عساکر، علی بن حسن، تاریخ مدینۃ دمشق، ج3، ص126
11۔بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، باب قول النبي ﷺ: إنا بک لمحزونون (دمشق: دار الیمامۃ، ۱۹۹۳ء)، حدیث نمبر1303
12۔ابن عبد البر، یوسف بن عبداللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مرکز ھجر للبحوث، مصر، 2019ء ج8، ص134، رقم: 3263
13۔حاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1990ء ج2، ص219، رقم الحدیث:2812
14۔ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، ج3، ص311
15۔ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبرٰی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1990ء ج8، ص27
16۔عسقلانی، احمد بن علی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ ج8، ص151
17۔مامقالی، شیخ عبداللہ، تنقیح المقال فی علم الرجال، مؤسسۃ آل البیت لاحیاء التراث، ج3، ص79
18۔دیار بکري، حسین بن محمد، تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس النفیس، دار صادر، بیروت، ج1، ص274
19۔ابن عبد البر، یوسف بن عبداللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج8، ص114، رقم: 3248
20۔ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبرٰی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1990ء ج8، ص29، رقم: 4099
21۔ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبرٰی، ج8، ص29، رقم: 4099
22۔ابن عبد البر، یوسف بن عبداللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج8، ص115
23۔ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، ج3، ص66

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.8.No.4, 2025

24۔حاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، ج4، ص51، رقم الحدیث:6850

25۔طیالسی، سلیمان بن داؤد، مسند أبی داؤد الطیالسی، دار ہجر، مصر، 1999ء، ج4، ص411، رقم الحدیث:2817

26۔حاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، ج4، ص52، رقم الحدیث:6853

27۔دیار بکری، حسین بن محمد، تاریخ الخمیس، ج1، ص275

28۔ابن اثیر، علی بن محمد، اسد الغابۃ، ج5، ص612

29۔قرطبیؒ، محمد بن احمد، تفسیر القرطبیؒ، ج14، ص242

30۔ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج8، ص37

31۔حاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، ج4، ص53، رقم الحدیث:6859

32۔حاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، ج4، ص54، رقم الحدیث:6860

33۔الجزائری، نعمت اللہ، انوارِ نعمانیہ، ج1، ص367

34۔قرطبیؒ، احمد بن عبداللہ، تفسیر القرطبیؒ، ج14، ص242/243

35۔ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج8، ص11

36 ۔ عسقلانی، احمد بن علی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج3، ص365

37۔متقی ہندی، علی بن حسام الدین، کنز العمال، ج12، ص109، رقم الحدیث:34224

38۔مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ج7، ص142، رقم الحدیث:2450

39۔متقی ہندی، علی بن حسام الدین، کنز العمال، ج12، ص101، رقم الحدیث:2436

40۔متقی ہندی، علی بن حسام الدین، کنز العمال، ج12، ص111، رقم الحدیث:2437

41۔احمد بن حنبل، المسند، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 2001ء، ج2، ص191، رقم الحدیث:818

42۔بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، ج5، ص101، رقم الحدیث:4075

43۔ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، ج6، ص334

44۔ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج8، ص19

45۔متقی ہندی، علی بن حسام الدین، کنز العمال، ج6، ص318

46۔طبری، احمد بن عبداللہ، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج1، ص176

47۔ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج8، ص19

48۔عسقلانی، احمد بن علی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج4، ص398

Bibliography

- al-Asfahānī, Abū Naʿīm Aḥmad bin ʿAbdallāh, Tārīkh Isfahān, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya.
- al-Asfahānī, Abū Naʿīm Aḥmad bin ʿAbdallāh, Ḥilyat al-Awliyāʾ, Maṭbaʿat al-Saʿāda.
- al-Ṣanʿānī, ʿAbd al-Razzāq bin Hammām, Muṣannaf ʿAbd al-Razzāq, Tawzīʿ al-Maktab al-Islāmī.
- al-Imām, Aḥmad bin Ḥanbal, Masnad Aḥmad, Muʾassasat al-Risāla.
- al-Andalusī, Muḥammad bin ʿAlī bin Ḥazm, Jumharat Ansāb al-ʿArab, Dār al-Maʿārif.
- Ibn Kathīr, Ismāʿīl bin ʿUmar, al-Bidāya wa al-Nihāya, Dār al-Fikr.
- Ibn ʿAsākir, ʿAlī bin Ḥasan, Tārīkh Madīnat Dimashq, Dār al-Fikr.

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

- al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismāʿīl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī.
- Ibn ʿAbd al-Barr, Yūsuf bin ʿAbdallāh, al-Istiʿāb fī Maʿrifat al-Aṣḥāb, Markaz Hijr li al-Buḥūth.
- al-Ḥākim, Muḥammad bin ʿAbdallāh, al-Mustadrak ʿalā al-Ṣaḥīḥayn, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya.
- Ibn Saʿd, Muḥammad bin Saʿd, al-Ṭabaqāt al-Kubrā, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya.
- al-ʿIsqalānī, Aḥmad bin ʿAlī, al-Iṣāba fī Tamyīz al-Ṣaḥāba, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya.
- Māmaqālī, Shaykh ʿAbdallāh, Tanqīḥ al-Maqāl fī ʿIlm al-Rijāl, Muʾassasat Āl al-Bayt li Aḥyāʾ al-Turāth.
- al-Diyār Bakrī, Ḥusayn bin Muḥammad, Tārīkh al-Khamīs fī Aḥwāl Anfus al-Nafīs, Dār Ṣādir.
- Ibn al-Athīr, ʿAlī bin Muḥammad, Asad al-Ghāba.
- al-Jazāʾirī, Niʿmat Allāh, Anwār al-Naʿmāniyya.
- al-Mutaqqī al-Hindī, ʿAlī bin Ḥusām al-Dīn, Kanz al-ʿUmmāl.
- Aḥmad bin Ḥanbal, al-Musnad, Muʾassasat al-Risāla.
- al-Ṭabarī, Aḥmad bin ʿAbdallāh, al-Riyāḍ al-Naḍra fī Manāqib al-ʿAshra, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya.